Al-Watan
Tours & Travels
Hajj & Umrah Group Operator.
Domestic & International Air Ticketing and Visa Services
#:Shop No.15, 16, Shujaiya Bazar, Charminar, Hyderabad.
Ph: 040-66171244 / 9247772786

ST

شجاعیہ ٹائمز

انگریزی ہفت روزہ

Urdu Edition/اردو ایڈیشن

14اگست 2025ء ☆ تعداد صفحات:4 ☆ قیمت:-/10روپے

تحریک آزادی میں مسلمانوں اور علماء کا کردار

قدرت کا ازل ہی سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ اس نے کسی بھی محنت کرنے والے کی کدّ و کاوش کو ضائع نہیں کیا، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: اللہ تعالی احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے ہیں. نیز یہ مقولہ بھی مشہور ہے کہ جو کوشش کرتا ہے پھل پاتا ہے، ان ہی چیزوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے ہمارے علمائے کرام نے ۲۰۰ سال تک انگریزوں سے نبرد آزما ہوکر بڑی بڑی قربانیاں پیش کیں، جسکے نتیجے میں ملک کو انگریزوں کے چنگل اور ناپاک قبضوں سے چھڑا کر غلامی کی زنجیر کو اکھاڑ پھیکا، بالآخر ملک کو آزاد کرا کے ہی رہے، جنکا مقصد انسانوں کو انسانیت کا سبق سکھلانا تھا؛ آپ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ 15 اگست 1947ء میں ہندوستان آزاد ہوا، اور 26 جنوری 1950ء میں جمہوریہ قانون بنا، یاد رکھیے آزادی ایک لفظ نہیں بلکہ ایک رویّہ ہے، غلامی میں طاقتور انسان کمزور پر پابندی لگاتا ہے، اسکی کچھ تفصیل مندرجہ ذیل ہیں؛

انگریزوں کی ہندوستان آمد:۔ واسکوڈی گاما کی قیادت میں پرتگال ملاحوں نے سب سے پہلے سرزمیں ہند کو اپنے ناپاک قدموں سے آلودہ کرنے کے لیے ساحل کے راستے سے بنگال آئے، اور جگہ جگہ تجارت کا مرکز بنالیا، جسکی آڑ میں مذہب کی اشاعت بھی کرتے تھے، اُسوقت ہندوستان سونے کی چڑیا کہلاتا تھا، انگلستان کے تاجروں کو ادھر متوجہ کیا 30.000 پاؤنڈ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد رکھی 1601ء میں پہلی مرتبہ اس کمپنی کے تجارتی جہاز ہندوستان کے ساحلوں پر لنگرانداز ہوئے، 1612ء میں جہانگیر کے عہد حکومت میں ہندوستان کے شہنشاہوں سے اجازت لیکر سورت کو اقتصادی مرکز بنالیا، عالمگیر کے عہد تک یہ لوگ صرف تجارت تک ہی محدود رہیں، اورنگزیب عالمگیر کے بعد مغلیہ سلطنت کا شیرازہ منتشر ہونے لگا اسی دور میں یہ ملک طوائف الملوکی کا شکار ہوگیا، بہت سے صوبوں نے اپنی خودمختاری کا اعلان کردیا؛

جنگ آزادی کا آغاز:۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ انگریزوں کے خلاف مسلح جدوجہد کا آغاز 1857ء سے ہوا لیکن یہ ایک غلط بات ہے جو جان بوجھ کر عام کی گئی ہے، تاکہ 100 برس قبل جس تحریک کا آغاز ہوا، اور جس کے نتیجے میں بنگال میں سراج الدولہ نے 1757ء میں مجنوں شاہ نے 1776ء میں حیدرعلی نے 1780ء میں ان کے بیٹے ٹیپو سلطان نے 1767ء میں مولوی شریعت اللہ نے 1791ء میں ان کے بیٹے دادو میاں نے 1812ء میں سید احمد شہید نے 1831ء میں انگریزوں کے خلاف جو باقاعدہ جنگیں لڑی ہے، وہ سب تاریخ غبار میں ڈوب جائیگی، حالانکہ وہ سب مسلمان انگریزوں کے خلاف لڑتے رہیں، انگریز سارے ملک کے خزانے کو لوٹ کر اپنے ملک لے جاتے رہیں، مسلمان لڑائی لڑتے رہیں، حتّٰی کہ 10 مئی 1857ء کو تحریک آزادی کا دوسرا دور شروع ہوا، سراج الدولہ وہ پہلا شخص ہے جس نے انگریزوں کے خطرے کو محسوس کیا، اور ان کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روکنے کی کوشش کی، پلاسی کے میدان میں جنگ کی، اگر ان کا وزیر میر جعفر غدّاری نہ کرتا تو انگریز دُم دبا کر بھاگ جاتے، لیکن 1764ء میں بہار اور بنگال پر قابض ہوگئے.

حیدرعلی اور ٹیپو سلطان کا کردار:۔ مولانا ابوالحسن علی لکھتے ہیں کہ پہلا شخص جس نے اس خطرے کو محسوس کرکے بالغ نظری اور بلند ہمتی سے کام لیا وہ یہی ہے، حیدرعلی اور ٹیپو سلطان نے انگریزوں سے چار جنگیں کی، ٹیپو سلطان میں حکمراں ہوئے، اور 1783ء میں پہلی جنگ کی، انگریزوں کو شکست ہوئی، اسی طرح 1784ء میں یہ جنگ ختم ہوئی، یہ میسور کی دوسری جنگ کہلاتی ہے، 1792ء میں انگریزوں نے انتقام لینے کے لئے جنگ کی، 1792ء میں ہی حملہ کیا مگر اپنے وزراء افسران خصوصا میر صادق کی بیوفائی، اور اپنی ہی فوج کی غدّاری کی وجہ سے ٹیپو سلطان ان سے معاہدہ کرنے پر مجبور ہوگئے، لیکن خط و کتابت کے ذریعے ترکی کے سلطان سلیم عثمانی نیز ہند کے راجاؤں کو انگریزوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے کی کوشش کی، اور زندگی بھر انگریزوں سے سخت معرکہ آرائی میں مشغول رہیں، انگریزوں کے سارے منصوبوں پر پانی پھیر دیا، 4 مئی 1799ء میں سرنگا پٹنم کے معرکہ میں شہید ہوکر سرخرو ہوگئے، انہوں نے کہا تھا کہ آج سے ہندوستان ہمارا ہے.

جنگ آزادی میں شاہ ولی اللہ اور انکے شاگردوں کا کردار:۔ یہ وہ دور تھا جب انگریزوں کے ساتھ دیگر ممالک ایران، افغانستان، سے تعلق رکھنے والے حکمران ہندوستان کو اپنے زیرنگیں کرنے کے لئے حملہ آور ہوئے، 1738ء میں نادرشاہ نے دہلی کو تباہ و برباد کردیا 1757ء میں احمد شاہ ابدالی نے دو ماہ تک مسلسل اس شہر کو یرغمال بنائے رکھا، دوسری طرف انگریز فوجیں مرہٹوں سے ٹکرائی، ابھی پوری طرح دہلی کا اقتدار حاصل نہیں ہوا تھا کہ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے 1762ء میں مستقبل کا ادراک کرلیا، اور دہلی پر قبضہ سے 50 برس قبل اپنی جدوجہد کا آغاز کردیا، آپ پر جان لیوا حملے کیے گئے، لیکن آپ ڈٹے رہے، تحریر و تقریر میں اپنا نظریہ پیش کیا، اور فرمایا کہ ظلم و بربریت انسان کے لیے کینسر کی حیثیت رکھتا ہے، اس کو ختم کیا جائے، افسوس کے شاہ صاحب 1765ء میں وفات پاگئے، اور ان کا خواب تشنۂ تعبیر رہ گیا، تاہم اپنی کتابوں فکروں کی ذریعے نصب العین متعین کرچکے تھے، لہٰذا ان کے چھوڑے ہوئے کام کو پورا کرنے کے لئے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حوصلہ دکھایا، حالانکہ وہ 17 سال کے تھے، اس میں ان کے تینوں بھائی شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالغنی صاحب ان کے علاوہ عبدالحی، شاہ اسماعیل شہید، سید احمد شہید، مفتی الٰہی بخش کاندھلوی نے ان کا ساتھ دیا، 1803ء میں لارڈ لیک نے شاہ عالم کے ساتھ ایک معاہدہ کیا، اور دہلی پر قابض ہوگیا، یہ فارمولہ اس لیے اختیار کیا تھا کہ لوگ عوام بادشاہت حکومت کے خاتمے سے بددلی مایوسی کے شکار ہوجائیں، مگر شاہ عبدالعزیز صاحب اس کو محسوس کررہے تھے، لہٰذا جرات مندانہ فتویٰ جاری کردیا،

بالاکوٹ:۔ اس فتوے کا نتیجہ تھا کہ آپ کی تحریک کے سپاہی سید احمد شہید نے گوالیار کے مہاراجہ کو لکھا کہ یہ بیانگان بعیدالوطن و تاجران متاع فروش بادشاہ بنے بیٹھے ہیں، واقعی عار کی بات تھی، لہٰذا مہاراجہ نے کہا کہ ہمیں جنگ پر آمادہ کرنا چاہتے ہیں، اور اپنے پیرومرشد شاہ ولی اللہ کے حکم پر امیر علی خان سنبھلی کے پاس بھی تشریف لے گئے، جو اسوقت راؤ ہلکر کے ساتھ مل کر انگریزی فوجوں پر شب خوں ماررہا تھا، 1815ء تک یہ اشتراک کامیابی کے ساتھ جاری رہی، لیکن انگریز نے امیر علی خان کو خواب کا خط دے کر ہتھیار رکھنے پر مجبور کردیا، حضرت سید احمد شہید واپس دہلی واپس ہوگئے 1818ء تک تمام چھوٹے بڑے علاقے اور ریاستی انگریزوں کے زیر اقتدار آگئی، شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے پیرانہ سالی میں ایک نیا لائحہ عمل تیار کیا، دو کمیٹیاں بنائی، جس میں سے ایک کا اقتدار اپنے ہاتھ میں رکھا، اس میں شاہ محمد اسحاق، شاہ محمد یعقوب صاحب دہلوی، مفتی رشیدالدین دہلوی، مفتی صدرالدین آزردہ، مولانا حسن علی لکھنوی، مولانا حسین احمد ملیح آبادی، مولانا شاہ عبدالغنی صاحب جیسے لوگ شامل تھیں، یہ سلسلہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے طے کردہ خطوط کے مطابق چلا کر منبر و محراب کی زینت بنے، دوسری کمیٹی کی قیادت حضرت سید احمد شہید کے سپرد کی گئی، شاہ اسماعیل شہید کو مولانا عبدالحی کو انکا خصوصی مشیر مقرر کیا گیا، جنکا کام یہ تھا کہ ملک بھر میں گھوم کر عوام کے دلوں میں ملک کی حفاظت کا جذبہ پیدا کریں، مال فراہم کریں، 1824ء میں حضرت شاہ احمد شہید نے پورے طور پر خود کو جہاد کے لیے وقف کردیا، 11 ستمبر 1826ء میں فوجی کارروائی شروع کرکے اس کا آغاز کیا، کء جنگیں باضابطہ لڑی گئیں 10 جنوری 1827ء کو ایک عارضی حکومت بھی قائم ہوئی، بے شمار جنگوں کے بعد 1831ء میں بالآخر ان کی فوج شکست سے دوچار ہوگئی، شاہ اسماعیل شہید اور دیگر بے شمار ساتھیوں نے بالاکوٹ میں جام شہادت نوش کیا، ان ہی کی کوششوں سے 1857ء میں انقلاب کی تحریک دوبارہ چلی، اور تحریک آزادی کا دوسرا دور شروع ہوا، انگریزوں نے اسی وہابی تحریک کا نام دیا تھا، 1848ء میں اسی تحریک سے وابستہ لوگوں نے انگریزوں سے بیشمار جنگ لڑی، بہت سے لوگوں نے جام شہادت نوش کیا، کچھ لوگ گرفتار ہوئے، 1857ء میں شاملی، ضلع مظفرنگر، کے میدان میں علمائے دیوبند نے انگریزوں سے باقاعدہ جنگیں کی، جس کے امیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مقرر ہوئے، اس کی قیادت مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا قاسم صاحب نانوتوی، مولانا منیر صاحب نانوتوی، کر رہے تھے، اس جنگ میں حافظ ضامن صاحب شہید ہوئے، مولانا قاسم صاحب کو انگریزوں کی گولی لگی، جس سے وہ زخمی ہوگئے، انگریزی حکومت سے وارنٹ نافذ ہوا، لیکن گرفتار نہ ہوسکے، چنانچہ مولانا رشید احمد گنگوی کو گرفتار کرلیا گیا، اور سہارنپور کے قید خانے میں رکھ دیا گیا، چھ ماہ تک آپ قید و بند کی صعوبتیں جھیلتے رہے، اس میں بظاہر شکست نظر آرہی تھی، لیکن 1857ء میں فتح ہوئی، اور انگریزوں نے حملہ شروع کیا یہ کہہ کر کہ: ہم ایک ایسا تعلیمی نظام وضع کر جائیں گے کہ جس سے ہندوستانی مسلمان کا جسم تو کالا ہوگا مگر دماغ گورا (انگریزوں جیسا) ہوگا، 1857ء میں علماء نے باقاعدہ حصہ لیا، اس سے 14 برس قبل دو لاکھ مسلمانوں کو شہید کردیا گیا تھا، جس میں ساڑھے گیارہ ہزار علماء تھے،

1884ء میں کانگریس کا قیام اور اس میں مسلمانوں کا حصہ:۔ 1884ء میں پہلا اجلاس منعقد ہوا جس میں ممتاز اہل علم حاضر تھے، اس کے بانیوں میں مسلمان بھی شامل تھے، بدرالدین طیب جی، اور رحمت اللہ تھے، اس کا قیام 1885ء میں ہوا، کانگریس کا چوتھا اجلاس 1887ء میں مدراس میں ہوا، جس کی صدارت بدرالدین طیب جی نے کی، 1912ء میں تحریک ریشمی رومال کی ابتدا ہوئی، جس کے بانی فرزندے اول دارالعلوم دیوبند شیخ الہند مولانا محمودالحسن دیوبندی تھے، مولنا عبیداللہ سندھی نے اس میں اہم رول ادا کیا، مولانا عبیداللہ سندھی نے کابل سے ریشمی رومال پر جوراز دارانہ خطوط شیخ الہند کو مکہ مکرمہ روانہ کیا، برطانیہ کے لوگوں نے ان خطوط کو پکڑ لیا، یہی شیخ الہند کی گرفتاری کا سبب بنا، اور پورے منصوبے پر پانی پھیر دیا، 1917ء میں شیخ الہند ان کے ساتھیوں کو بحیرہ روم میں واقع جزیرہ مالٹا جلاوطن کیا گیا، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عزیز گلی پیشاوری، حکیم نصرت حسین، مولانا وحید احمد نے مدتوں اپنے استاذ کے ساتھ مالٹا کی قید کی سختیاں برداشت کی، اور مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا احمد علی لاہوری، حکیم اجمل خان بھی ساتھ تھے، شیخ الہند کے ساتھ ظالموں نے بہت سخت برتاؤ کیا.

جمیعت علماء کا قیام:۔ 1919ء میں جمیعۃ علماء کا قیام وجود میں آیا، جس کا بنیادی مقصد وطن کی آزادی تھا، 29 جولائی 1920ء کو ترک موالات کا فتویٰ شائع کیا گیا شیخ الہند کی رہائی کے بعد، جس کے صدر مولانا کفایت اللہ صاحب کی وفات کے بعد 1940ء سے تادم آخر مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ رہے، آپ دارالعلوم کے شیخ الحدیث تھے،

ہندو مسلم اتحاد:۔ 1919ء میں جلیاں والا باغ سانحہ ہوا، جس میں کئی افراد ہلاک ہوئے، ان ہی ایام میں تحریک خلافت وجود میں آئی، جس کے بانی مولانا محمد علی جوہر تھے، اسی تحریک سے ہندو مسلم اتحاد وجود میں آیا، گاندھی جی، علی برادران، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، اور مسلم رہنماؤں نے ساتھ ملک کر ملک کی گیر دورہ کیا، 1920ء میں گاندھی جی، اور مولانا ابوالکلام آزاد نے غیرملکی مال کا بائیکاٹ، اور نان کوآپریشن یعنی ترک موالات کی تجویز پیش کی، یہ بہت کارگر ہتھیار تھا، 1920ء میں موپلا بغاوت اور 1922ء میں پولیس فائرنگ 1930ء میں تحریک سول نافرمانی نمک اندولن، 1942ء میں ہندوستان چھوڑو تحریک چلی، 1946 میں ممبئی میں بحری بیڑے کی بغاوت کی حمایت میں ہونے والے مظاہروں میں ہزاروں لوگ شہید ہوئے، مسلمان جو ایک طویل عرصے تک اس میں شامل تھے، ان کو فراموش کیا جارہا ہے، بہرحال 15 اگست 1947ء کو یہ ملک انگریزوں کے چنگل سے آزاد ہوا. اور جمہوریت کا نفاذ ہوا. **جمہوریت کے معنی یہ ہے کہ لوگوں کی طاقت یا لوگوں کا اقتدار۔** 20 جنوری 1950ء میں قانون آئین کا نفاذ ہوا اس کا اعلان کیا گیا، آج 70 سال بیت گئے اسی کی خوشی منائی جاتی ہے، آئین کا' خلاصہ یہ ہے کہ سات بنیادی حقوق دیے گئے: ن 1) حق کے مساوات 2) ہفتے آزادی نمبر 3) استحصال سے حفاظت کا حق 4) مذہبی آزادی کا حق 5) تعلیمی اور ثقافتی حقوق 6) جائداد کے حقوق 7) دستوری معاملات میں محافظت.

لیکن افسوس صد افسوس!!! آج ان سارے آئین و قوانین کا جنازہ نکل چکا ہے، مسلمانوں کے شریعت پر چلنے کے اختیار کو چھین کر ان کو ختم کرنے کی صرف سازش ہی نہیں بلکہ عملی طور پر ثبوت بھی پیش کیا جارہا ہے، ایسے حالات میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے اس کو آپ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جائزہ لیجئے تو پتہ چلے گا کہ مسلمانوں کی اقلیت اور کفر کفاروں کی کثرت تھی مکہ میں تو مکی زندگی میں تین کاموں کو بنیاد بنایا جو کامیابی کا سبب بنا 1) وحدت 2) دعوت 3) خدمت۔ ہندوستانی مسلمان اگر ان تینوں باتوں پر عمل کرلے تو ساری مشکلات و مصائب دور ہوجائیں گے، ان شاءاللہ۔

علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

جلا ڈالیں تھی تم نے کشتیاں اندلس کے ساحل پر،
مسلمان پھر تیری تاریخ دہرانے کا وقت آیا

شجاعیہ ٹائمز

معلوماتی

14 اگست 2025ء

نفس کا محاسبہ۔ اصلاح حال کا مفید ذریعہ

آج کے ماحول میں انسان کے لئے سب سے زیادہ ضروری یہ کہ ایمان کی مضبوطی کے ساتھ عمل صالح پر توجہ اور دھیان دے اور اپنے آپ کا، اپنے نفس کا اور اپنے اعمال و کردار کا محاسبہ کرتا رہے، اپنے شب و روز اور زندگی کے نقل و حرکات پر خوب اور گہری نظر رکھے۔ اپنی ذات اور زندگی سے بے خبر ہوکر صرف دوسروں کی فکر دوسروں پر نظر اور دوسروں کی اصلاح کی فکر کرنا یہ کوئی سمجھ داری اور عقلمندی کی بات نہیں ہے، سارے جہاں کی فکر اور اپنی جہاں سے بے خبر، یہ ماحول، زمانہ اور دور ہے، آج کا، اس لئے سب سے زیادہ ضروری ہے، کہ انسان خود اپنا بھی محاسبہ کرتا رہے، اپنی زندگی کا جائزہ لے اور اپنی کوتاہی، کم علمی، بے عملی اور بے راہ روی پر نظر رکھے اور اپنے اندر تبدیلی پیدا کرے۔ اپنی ذات اور اپنے نفس کا محاسبہ یہ ایمان والوں کا طریقہ ہے۔۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو فکر جس کو اپنی حالت کے بدلنے کی

حضرت مولانا محمد علی مونگیری رح کے بارے میں آتا ہے کہ ایک بار جمعہ کے دن جمعہ کی تیاری کر کے اپنے کمرے میں کچھ کاغذات وغیرہ دیکھ رہے تھے اور اس میں اتنا مصروف ہو گئے کہ پتہ نہیں چل سکا کہ کب جمعہ کی اذان ہوگئی، جب کام سے فارغ ہوئے تب تک تاخیر ہو چکی تھی، تیزی سے مسجد قبر ماموں بھانجا کی طرف بڑھے، دیکھا جماعت ہو چکی ہے اور لوگ مسجد سے نکل رہے ہیں، مسجد کے دروازے پر گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے، پوری زندگی اس کا صدمہ اور ملال رہا اور اپنے نفس کو کوستے رہے، اس طرح کے ہزاروں واقعات تاریخ کے صفحات میں درج ہیں۔

محاسبۂ نفس کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے کئے ہوئے اعمال کا بھرپور اور سختی کے ساتھ حساب لے۔ اپنے اعمال و افعال کا جائزہ اور محاسبہ کرے۔ یہ محاسبہ اور جائزہ و حساب اعمال کی کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے لینا ضروری ہے۔ کمیت کے معنی یہ ہیں کہ اس پر کتنے کاموں کی ذمہ داری تھی اور اس نے کتنے کام انجام دیئے اور کیفیت کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح ان کاموں کو انجام دینا چاہیے تھا، اسی طرح انجام دئے ہیں یا کوتاہیاں ہوئی ہیں، یہ جائزہ اور محاسبہ ایمان والوں کو روزانہ کرنا چاہتے چاہیے، قرآن مجید میں متعدد جگہ ایمان والوں کو اعمال و افعال اور اپنی زندگی کے شب و روز کے جائزے اور محاسبۂ نفس کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کل (قیامت) کے لئے کیا بھیجتا ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

اس آیت کریمہ میں یہ دیکھنا اور اس پر غور کرنا کہ انسان نے کل قیامت کے لئے کیا بھیجا ہے اور کیا بھیج رہا ہے محاسبۂ نفس ہے، اس آیت، کریمہ میں محاسبۂ کے ساتھ شروع میں بھی تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے اور آخر میں بھی تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا اور یہ پتہ چلا کہ جب تک انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت نہ ہوگی وہ محاسبۂ نفس اور اپنے اعمال و افعال اور کردار و اوصاف کے جائزے کے لئے تیار اور آمادہ ہی نہیں ہوسکتا اور آیت کے اخیر میں دوبارہ تقویٰ اور طہارت نفس کا حکم دیکر اس طرف اشارہ مقصود ہے، کہ محاسبہ اور اعمال کا جائزہ بھی انسان کو ڈرتے ڈرتے کرنا چاہیے ورنہ انسان کا نفس اتنا عیار اور مکار ہے کہ وہ سو بھیس بدلتا ہے اور طرح طرح کے بہانے اور عذر لنگ تراش کر انسان کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی احادیث میں بھی بے شمار جگہوں پر محاسبۂ نفس کا تذکرہ ملتا ہے۔ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ حدیث کے راوی ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم: صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دانا اور عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور نادان وہ شخص ہے جو اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرے اور اللہ سے غلط آرزوئیں وابستہ رکھے۔

شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ یہ حد درجہ نادانی اور ناسمجھی کی بات ہے کہ آدمی حق اور راستی کو چھوڑ کر پیروی تو باطل خواہشات کی کرے اور امید اس کی رکھے کہ خدا اسے آخرت میں درجۂ بلند اور رتبۂ عالی عطا فرمائے گا اور اسے طرح طرح کی نعمتوں اور اکرام و انعام سے نوازا جائے گا، حالانکہ آخرت کی کامیابی و کامرانی اور سعادت انہی لوگوں کے لئے ہے، جو ہر حالت میں اور ہر موقع پر اور زندگی کے تمام شعبوں اور گوشوں میں حق کے متبع ہوتے ہیں اور خواہشات نفس کے غلام نہیں ہوتے۔

دنیا میں کیس اور چالاک و ہوشیار وہ سمجھا جاتا ہے، جو دنیا کمانے میں چست و چالاک ہو، خوب دونوں ہاتھوں سے دنیا سمیٹتا ہو اور جو کرنا چاہے کر سکتا ہو، اور بیوقوف و ناتواں وہ سمجھا جاتا ہے، جو دنیا کمانے میں تیز اور چالاک نہ ہو۔ اور دنیا دار جو اس دنیوی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں، اور ان کو ایسا ہی سمجھنا چاہیے، رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں بتلایا کہ چونکہ اصل زندگی یہ چند روزہ زندگی نہیں ہے، بلکہ آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی ہی اصل ہے، اور اس زندگی میں کامیابی ان ہی کے لئے ہے، جو اس دنیا میں اللہ کی اطاعت اور بندگی والی زندگی گزاریں، اس لئے درحقیقت دانشمند اور کامیاب اللہ کے وہ بندے ہیں، جو آخرت کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں، اور جنہوں نے اپنے نفس پر قابو پا کر اس کو اللہ کا مطیع و فرمانبردار بنا رکھا ہے۔ اور اسکے برعکس جن احمقوں اور بیوقوفوں کا حال یہ ہیکہ انہوں نے اپنے نفس کو بندہ بنا لیا ہے اور وہ اس دنیوی زندگی میں اللہ کے احکام و اوامر کی پابندی کے بجائے اپنے نفس کے تقاضوں پر چلتے ہیں اور اس کے باوجود اللہ سے اچھے انجام کی امیدیں باندھتے ہیں، وہ یقیناً بڑے نادان اور ہمیشہ ناکام رہنے والے ہیں، خواہ دنیا کمانے میں وہ کتنے ہی ماہر، تیز، چست و چالاک اور پھرتیلے نظر آتے ہوں، لیکن فی الحقیقت وہ بڑے ناعاقبت اندیش، کم عقلے، اور ناکام و نامراد ہیں، کہ جو حقیقی اور واقعی زندگی آنے والی ہے، اس کی تیاری سے غافل ہیں اور نفس پرستی کی زندگی گزارنے کے باوجود اللہ سے خدا پرستی والے انجام کی امید رکھتے ہیں۔۔ (معارف الحدیث حصہ دوم جدید ص،۲۳.....)

علماء کرام اور اہل علم نے محاسبۂ نفس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا گیا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ۰۰ اس سے پہلے کہ قیامت میں تمہارا حساب کیا جائے اپنے نفس سے محاسبہ کرو اور اس سے پہلے کے میزان حشر میں تمہارے اعمال تولے جائیں، یہاں دنیا میں اپنے اعمال تولو، اور اللہ تعالی کے سامنے اس بڑی پیشی کے لئے اپنے آپ کو تیار کرو، جب تم خدا کے سامنے پیش کئے جاو گے اور تمہاری کوئی چیز مخفی نہیں رہے گی۔ (ازالۃ الخفاء جلد دوم بحوالہ ماہنامہ زندگی رام پور اکتوبر ۱۹۷۲ء)

محاسبۂ نفس کا حاصل، خلاصہ، لب لباب اور اس سے مقصود یہ ہے کہ انسان جس طرح کاروبار اور تجارت و بزنس میں اپنے خادم یا شریک اور پاٹنر کے ساتھ کوئی کام کرتا ہے، تو اس کے لئے کچھ اصول و ضوابط طے کرتا ہے، پھر ان کی پابندی کرتا ہے اور ہمیشہ اس پر نظر رکھتا ہے اور آخر میں حسابی عمل اور آڈیٹ کرتا ہے تاکہ معلوم ہو اور پتہ چلے کیا ابھی تک کیا کھویا اور کیا پایا کیا نفع ہوا اور کیا نقصان،؟ ٹھیک اسی طرح انسان کو اپنے نفس کا حساب لینا چاہیے کہ آج دن میں کتنی نیکیاں اور خیر کے کام ہوئے اور کتنی برائیوں اور خلاف شرع کاموں سے، جن سے بچنا چاہئے تھا بچے اور اس سے اجتناب کیا۔ ہم میں سے ہر شخص کو روزانہ یہ جائزہ لے کر اپنی زندگی گزارنی چاہیے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں ہم یہ اوصاف و کمالات کما حقہ پاتے ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنی زندگی کا محاسبہ کرتے تھے اور اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہتے تھے۔ اس سلسلے کے سینکڑوں واقعات احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ صرف ایک دو واقعات قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

ایک بار حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اتنی دیر میں نماز مغرب ادا کر سکے کہ ستارے نکل آئے تھے اس کے کفارے میں انہوں نے دو غلام آزاد کئے۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک بار ان کی تہجد کی نماز قضا ہوگئی تو وہ سال بھر تک زیادہ جاگ کر اس کی تلافی کرتے رہے۔ (مستفاد ماہنامہ زندگی رام پور اکتوبر ۱۹۷۲ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو محاسبۂ نفس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ آج پوری دنیا میں جو فساد اور انارکی پھیلی ہوئی ہے اس کی ایک اہم اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم میں کوئی بھی اپنے دامن کو نہیں دیکھتا، ایک لمحہ بھی اپنے گریبان میں جھانکنے کے لئے تیار نہیں، ہم میں سے ہر شخص کی نظر دوسروں کی برائی اور خرابی پر رہتی ہے۔ جب کہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہم خود اپنے آپ کی اصلاح کریں۔ آج اگر دنیا میں اس پر عمل ہو جائے تو دنیا میں امن و سکون کا ماحول نظر آنے لگے اور امیر و غریب چھوٹے اور بڑے طاقتور اور کمزور گورے اور کالے سب کے مسئلے حل ہو جائیں۔ بس شرط یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے، اپنی زندگی کا جائزہ لیتا رہے، اور اپنے اعمال کا حساب کرتا رہے اور خدائی اصول و ضوابط پر عمل کرنا شروع کر دے۔

لیکن افسوس کہ آج ہمارے اندر سے اپنی ذاتی زندگی کا محاسبہ اور اپنی زندگی کا جائزہ اور اپنے شب و روز کے عمل پر نظر، یہ عمل ختم ہو چکا ہے اور ہم صرف دوسروں کی تنقیص اور تحقیر کو اپنا شیوہ بنا چکے ہیں۔ عام لوگوں کو تو جانے دیجئے بعض بہت ہی پڑھے لکھے قابل اور انتہائی باکمال کہے جانے والے حضرات بھی اپنی ذات اور اپنی زندگی سے بیخبر ہوکر دوسروں کی تنقیص اور تحقیر میں مست ہیں، بعض تو اپنے منفی علم و تحقیق میں اتنے بے راہ رو ہو گئے ہیں کہ وہ حضرات صحابہ کرام کو (نعوذ باللہ) منافق ٹھہرا رہے ہیں اور ان میں سے بعض کو درباری عالم تک کا لقب دے رہے ہیں۔ جس روشن اور مبارک ہستیوں اور روشن و منور طبقہ کے ذریعہ اور واسطہ سے ہمیں دین ملا، شریعت ملی، جو دین کے اولین مرجع و مصدر کی حیثیت رکھتے ہیں، جنہیں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا خطاب لقب اور تمغہ ملا، انہی کو مشکوک ٹھہرا رہے ہیں اور انہیں بدنام کر رہے ہیں، ان کی تنقیص کر رہے ہیں۔۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے لوگوں سے اور ان کی منفی فکر سے محفوظ رکھے اور ان کے سائے سے بھی ہم سب کی حفاظت فرمائے، وقت بہت نازک ہے، باطل بہت مضبوط ہو رہا ہے اور ہماری صفوں میں حق اور تحقیق کا نام لے کر انتشار پیدا کر رہا ہے۔۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر اور ان سے تعلق بنا کر اپنی زندگی کا جائزہ لیتے رہیں اور صحیح اور غلط کی تمیز کرنا سیکھیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے آمین

حلقۂ ذکر الٰہی، تعلیمات اسلامی و دینی تربیتی مجالس

بروز جمعرات
☆ بعد عصر تا مغرب: حلقۂ ذکر جہری و وعظ (بمقام درگاہ حضرت سیدنا میر شجاع الدین صاحب قبلہ رحمت اللہ علیہ، عیدی بازار حیدرآباد)۔

بروز جمعہ
☆ 2-00 تا 3-00 بجے: خطاب علامہ مولانا سید شاہ عبید اللہ قادری آصف پاشاہ صاحب قبلہ (بمقام جامع مسجد شجاعیہؒ، چارمینار حیدرآباد) نماز جمعہ بوقت 3-15 بجے
☆ بعد نماز جمعہ: مجلس درود و ذکر، نذرانۂ سلام بحضور خیر الانام ﷺ۔

بروز ہفتہ
☆ دینی تربیتی کیمپ
بعد مغرب تا اتوار کی عشاء
ذکر و اذکار، وظائف و درود، فقہی و بنیادی مسائل، تذکرۃ الاولیاء، مراقبہ، پنجگانہ نمازوں کے علاوہ تہجد و اشراق کی عملی تربیت
(بمقام خانقاہ شجاعیہؒ)

بروز اتوار
☆ دوپہر 2 تا 3 بجے: حلقۂ ذکر، درس حدیث، خطبات غوث الاعظمؓ، فقہی مسائل، تذکرۃ الاولیاء۔

بروز پیر
☆ بعد نماز مغرب تا عشاء حلقہ ذکر و درس بمقام بارگاہ حضرت حافظ سید عبد اللہ شاہ شہیدؒ عیدی بازار، حیدرآباد۔

بروز منگل
☆ مغرب تا عشاء: درس تصوف، سوال و جواب (بمقام خانقاہ شجاعیہؒ)
☆ بعد گیارہ روزہ محافل

روزانہ: بعد نماز مغرب ذکر جہری (بمقام خانقاہ شجاعیہؒ، عقب جامع مسجد شجاعیہ چارمینار، حیدرآباد۔

زیر نگرانی و زیر سرپرستی
حضرت العلامہ مولانا
سید شاہ عبید اللہ قادری آصف پاشاہ صاحب قبلہ
سجادہ نشین بارگاہ شجاعیہؒ، متولی و خطیب جامع مسجد شجاعیہؒ، چارمینار حیدرآباد۔

زیر انتظام:
انجمن خادمین شجاعیہؒ آندھرا پردیش
040-66171244

تصانیف شعبہ نشر و اشاعت انجمن خادمین شجاعیہ

☆ کشف الخلاصہ ☆ مناجات ختم قرآن مجید ☆ دینی تعلیمی نصاب
☆ خطبات شجاعیہؒ ☆ سیرت شجاعیہؒ ☆ مناقب شجاعیہؒ
☆ دل کی بیماریاں اور ان کا علاج ☆ رسالہ فضائل رمضان ☆ اوراد و وظائف

Books of Shujaiya Anjuman-e-Khadimeen

☆Kashful Qulasa ☆Munajat-e-Khatm-e-Quran ☆Deeni Taleemi Nisab ☆Qutbat-e-Shujaiya ☆Seerat-e-Shujaiya ☆Manaqab-e-Shujaiya ☆Dil Ki Bimariyan aur inka Ilaaj

Books Available at : کتابیں حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں

#:Khanqahe Shujaiya, Backside Jama Masjid Shujaiya Charminar Hyderabad. **PH:040-66171244**

شجاعیہ ٹائمز
انگریزی ہفت روزہ

14اگست 2025 ء

سورۃ الاعراف

.1 اللہ اوراس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے بیزاری (ودست برداری) کا اعلان ہے ان مشرک لوگوں کی طرف جن سے تم نے (صلح وامن کا) معاہدہ کیا تھا (لیکن اُنہوں نے معاہدہ توڑتے ہوئے حالتِ جنگ کو پھر بحال کردیا)۔ o2. پس (اے مشرکو!) تم زمین میں چار ماہ (تک) گھوم پھرلو (اس مہلت کے اختتام پر تمہیں جنگ کا سامنا کرنا ہوگا) اور جان لو کہ تم اللہ کو ہرگز عاجز نہیں کرسکتے اور بیشک اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔ o3. (یہ آیات) اللہ اوراس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے تمام لوگوں کی طرف حجِ اکبر کے دن اعلانِ (عام) ہے کہ اللہ مشرکوں سے بے زار ہے اوراس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی (ان سے بری الذمّہ ہے)، پس (اے مشرکو!) اگر تم توبہ کرلو تو وہ تمہارے حق میں بہتر ہے اوراگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ تم ہرگز اللہ کو عاجز نہ کرسکو گے، اور (اے حبیب!) آپ کافروں کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیں o

.6 اوراگر مشرکوں میں سے کوئی بھی آپ سے پناہ کا خواستگار ہو تو اسے پناہ دے دیں تاآنکہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر آپ اسے اس کی جائے امن تک پہنچا دیں، یہ اس لئے کہ وہ لوگ (حق کا) علم نہیں رکھتے o

.7 (بھلا) مشرکوں کے لئے اللہ کے ہاں اوراس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاں کوئی عہد کیوں کر ہوسکتا ہے؟ سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجدِ حرام کے پاس (حدیبیہ میں) معاہدہ کیا ہے سو جب تک وہ تمہارے ساتھ (عہد پر) قائم رہیں تم ان کے ساتھ قائم رہو۔ بیشک اللہ پرہیزگاروں کو پسند فرماتا ہے۔ o7. (بھلا) مشرکوں کے لئے اللہ کے ہاں اوراس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاں کوئی عہد کیوں کر ہوسکتا ہے؟ سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجدِ حرام کے پاس (حدیبیہ میں) معاہدہ کیا ہے سو جب تک وہ تمہارے ساتھ (عہد پر) قائم رہیں تم ان کے ساتھ قائم رہو۔ بیشک اللہ پرہیزگاروں کو پسند فرماتا ہے o9. انہوں نے آیاتِ الٰہی کے بدلے (دنیوی مفاد کی) تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی پھر اس (کے دین) کی راہ سے (لوگوں کو) روکنے لگے، بیشک بہت ہی برا کام ہے جو وہ کرتے رہتے ہیں o

حدیث شریف

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" بہت سے لوگ ایسے ہیں جو بظاہر تو پراگندہ بال اور غبار آلود (یعنی نہایت خستہ حال اور پریشان صورت) نظر آتے ہیں جن کو (ہاتھ یا زبان کے ذریعہ) دروازوں سے دھکیلا جاتا ہے لیکن وہ (خدا کے نزدیک اتنا اونچا درجہ رکھتے ہیں کہ) اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو یقیناً پورا کرے۔" (مسلم)

" جن کو دروازوں سے دھکیلا جاتا ہے" اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ لوگ واقعتاً دنیا داروں کے دروازوں پر جاتے ہیں ان کو وہاں سے دھکیلا جاتا ہے کیونکہ جو لوگ اللہ کے لئے دنیا کی ظاہری زینت وعزت کی چیزوں سے دور رہتے ہیں، ان کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ کوئی ایسا کام کریں گے جس سے ذلت اٹھانا پڑے، بلکہ اس جملہ سے مراد یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی روحانی عظمتوں کا راز ان کی شکستہ حالی میں پوشیدہ ہوتا ہے اور ان کا ظاہر، ان کے باطن کا اس حد تک سرپوش ہوتا ہے کہ اگر بالفرض وہ کسی کے گھر جانا چاہیں تو لوگوں کی نظر میں ان کی کوئی قدر ومنزلت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو دروازہ ہی پر روک دیا جائے مکان میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ جب وہ دروازوں سے دھکیلے جاسکتے ہیں تو ان کو مجلسوں اور محفلوں میں آنے سے بطریق اولی روکا جا سکتا ہے اور اس میں حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ ان کی حقیقت لوگوں پر ظاہر ہو اور وہ ایسی حالت میں رہیں جس سے لوگ ان کی طرف مائل وملتفت ہوں، تاکہ ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے کوئی انس ورغبت نہ ہو۔ پس حقیقت میں اللہ تعالیٰ ان پاک نفس بندوں کو دنیا داروں اور ظالموں کے دروازوں پر کھڑے رہنے اور ان کے حرام مال کے کھانے پینے سے محفوظ رکھتا ہے، جیسا کہ کوئی شخص اپنے مریض کو آب وہوا اور نقصان دہ غذاؤں سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اپنے مولیٰ کے در کے علاوہ اور کسی دروازے پر حاضری نہیں دیتے اور اپنے کمال استغناء اور بے نیازی کی وجہ سے اپنے پروردگار کے علاوہ کسی دوسرے کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔

"اور اگر وہ اللہ پر قسم کھائیں الخ" کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اللہ پر اعتماد کرکے اوراس کی قسم کھا کر یہ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا یا فلاں کام نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو سچا کرتا ہے بایں طور کہ ان کے کہنے کے مطابق اس کام کو کرتا ہے یا نہیں کرتا۔

قلم۔ تلوار سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے

قلم کی اہمیت وافادیت سے انکار ممکن نہیں ہے، دنیا میں جتنی بھی چیزیں پیدا کی گئیں ہیں یہ سب کسی نہ کسی مقصد اور ضرورت کے تحت پیدا کی گئیں ہیں یہاں کوئی چیز بے مقصد اور بیکار پیدا نہیں کی گئیں، قلم بھی انھیں با مقصد اور اہم ضرورت کیلئے وجود میں لایا گیا ہے، قلم اللہ تعالی کی ایک عظیم نعمت ہے اور یہ حصول علم کا اہم ذریعہ بھی ہے، اسی لئے قرآن کریم میں کئی جگہ اللہ تعالی نے قلم کا ذکر فرمایا ہے اور اسکی قسم کھائی گئی ہے، اسلئے قلم کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ قلم اللہ تعالی کی ایسی عظیم نعمت ہے کہ اسکے بغیر دین کا قیام عمل میں آسکتا ہے اور نہ ہی معاشرتی نظام درست ہوسکتا ہے، قلم نہ صرف یہ کہ خود بادشاہ ہے بادشاہ گر بھی ہے، قلم کی بادشاہت تو یہ ہے کہ وہی بات لکھتا ہے جو حق اور سچ ہے، اسکی گردن پر خون ناحق کا الزام نہیں ہوتا اور یہی قلم بعض اوقات غلط استعمال کی وجہ سے ''باطل قلم'' بھی ہوجاتا ہے، اسے ناحق قلم بھی کہا جاتا ہے، یہی باطل قلم جب اخبارات کے صفحات سیاہ کرتا ہے تو اسکے ذریعے زرد صحافت وجود میں آتی ہے اور یہ اپنی سرخیوں سے آگ لگاتی ہے، حالانکہ غیر جانب دارنہ صحافت سماج کا آئینہ ہوتا ہے، لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب یہ بکے نہیں، ڈرے نہیں، انتہائی مضبوطی کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں پوری کرے، میڈیا اور صحافت جمہوریت کا چوتھا ستون بھی کہلاتا ہے، آیئے ذرا جانتے ہیں قلم کی تاریخ کیا ہے؟

' '

قلم ' کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ تاریخ انسانی، بلکہ اس کا سراغ اس سے بھی پہلے ملتا ہے اس لئے کہ اول من خلق اللہ القلم یعنی خدا نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، جفا القلم جیسی روایات سے بھی قلم کی تاریخی حیثیت اوراس کی اولیت کا پتہ چلتا ہے، جہاں تک قلم کی اہمیت وفضیلت کی بات ہے تو اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ خدائے پاک نے اپنی مبارک وعظیم کتاب میں چار اہم مقامات پر اس کا تذکرہ کیا ہے اور' اللہ ایسا ہے جس نے قلم کے ذریعے انسان کو علم سے آراستہ کیا' حصول علم کے خارجی ذرائع میں سب سے اہم ترین ذریعہ قلم ہے، اسی طرح علم کو تو اللہ کا نور کہا گیا ہے اور ذات حکیم وخبیر نے انسان کے لئے جس چیز کو آلہ علم بنایا اس کی اہمیت کا کیا ٹھکانہ اور یہی نہیں بلکہ خدائے علیم نے تو اپنی دائمی کتاب قران میں قلم نام کی ایک مکمل صورت نازل فرما کر قلم کو فضیلتوں کا تاج پہنا دیا ہے، قلم کے ساتھ ساتھ قرطاس اور سیاہی کا ذکر بھی ضروری ہے، اس لئے کہ بادشاہت، ملک، سرزمین اور ذرائع وسائل کے بغیر کیسے چل سکتے ہیں کاغذ ودوات کی بھی ایک تاریخ ہے، ابتدائی دور میں ریت پتھروں اور موم کی تختیوں پر نوکدار قلم سے کھود کر لکھنے کا کام ہوتا تھا خود عہد رسالت میں چیتھڑوں، ہڈیوں، پتوں اور چمڑوں پر لکھنے کا رواج تھا لیکن بعد کے زمانے نے ترقیات کی بڑی بڑی منازل طے کی، بطور خاص اسلامی عہد میں قلم کو بڑا عروج ملا، بڑی وسعتیں پیدا ہوئیں اور لکھائی کے نئے نئے طریقے ایجاد ہوئے، عہد وسطی کے اوائل میں پرندوں کے پروں سے قلم کا کام لینے کا آغاز ہوا، قلم کی موجودہ شکل کی ابتدا رومن عہد ہی میں ہو چکی تھی لیکن اس کی عمومیت انیسویں صدی میں ہوئی، بڑے پیمانے پر قلم کا کارخانہ سن
1 8 2 8

میں برمنگھم انگلینڈ میں قائم ہوا، تجارتی طور پر فائنٹین پین کی شروعات
1 8 8 0
میں ہوئی اور بال پین کا رواج
1 9 4 4
سے عام ہوا
' '(آؤ
قلم پکڑنا سیکھیں صفحہ
8 1) ' ' مفسرین

نے لکھا ہے کہ قرآن میں قلم کا جو تذکرہ کیا گیا ہے، اس سے مراد عام قلم بھی ہوسکتا ہے، جس میں قلم تقدیر، فرشتوں اور انسانوں کے سارے قلم جن سے کچھ لکھا جاتا ہے اس میں سب داخل ہیں اور خاص قلم تقدیر بھی مراد ہوسکتا ہے اور اس قلم تقدیر کے متعلق حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ' قلم سب سے پہلے اللہ تعالی نے قلم کو پیدا کیا اور اس کو حکم دیا کہ لکھ! قلم نے کہا کہ کیا لکھوں؟ تو حکم دیا کہ تقدیر الہی کو، چنانچہ قلم نے حکم کے مطابق ابد تک ہونے والے تمام واقعات اور حالات کو لکھ دیا (ترمذی) صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے تمام مخلوقات کی تقدیر کو آسمان وزمین کی تخلیق سے
0 5ہزار
سال پہلے لکھ دیا تھا اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قلم اللہ تعالی کی ایک بڑی نعمت ہے جو اس نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے پہلے ایک قلم، قلم تقدیر پیدا فرمایا جس نے تمام کائنات ومخلوقات کی تقدیریں لکھیں، پھر دوسرا قلم پیدا فرمایا جس سے زمین پر بسنے والے لکھتے ہیں اور لکھیں گے اس دوسرے قلم کا ذکر سورہ اقرا میں آیا ہے، آیت میں اگر قلم سے مراد قلم تقدیر لیا جائے جو سب سے پہلی مخلوق ہے تو اس کی عظمت اور تمام چیزوں پر ایک برتری ظاہر ہے اس لئے اس کی قسم کھانا مناسب ہوا اور اگر قلم سے مراد عام قلم لئے جائیں جس میں قلم تقدیر اور فرشتوں کے اقلام کے علاوہ انسانوں کے قلم بھی داخل ہیں تو اس کی قسم اس لئے کھائی گئی کہ دنیا میں بڑے بڑے کام سب قلم ہی سے ہوتے ہیں ملکوں کی فتوحات میں تلوار سے زیادہ قلم کا مؤثر ہونا منقول ومعروف ہے، عربی کے ایک شاعر نے اس مضمون کو اپنے ایک شعر میں اس طرح جمع کیا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب قسم کھائیں بہادر لوگ کسی دن اپنی تلوار کی اور اس کو شمار کریں ان چیزوں میں جو انسان کو عزت وشرف بخشتی ہیں تو کافی ہے لکھنے والوں کا قلم ان کی عزت وبرتری کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے کیونکہ اللہ نے قسم کھائی ہے قلم کی'' (معارف القرآن)

جنگ آزادی میں حصہ لینے والی گمنام خاتون بیگم حضرت محل

سال 1857 کی جنگ میں میرٹھ، مظفرنگر اور شاملی کی ہندو مسلم کسان خواتین نے ایک فوج بنائی اور برطانوی فوج کے خلاف لڑی۔ اس جنگ میں دہلی میں ایک خاتون مردوں کے دستے کا آپریشن کرتے ہوئے برطانوی فوج کے دانت کھٹے کرتی ہے۔ 1931 میں، پٹھان خواتین کو اپنے گھر کے مردوں کو لڑنے پر مجبور کرتے ہوئے خود گولیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن کیا ہم ان میں سے کسی کے بارے میں جانتے ہیں؟

جب آزادی کی جدو جہد کی بات آتی ہے تو ہم مہاتما گاندھی کو یاد کرتے ہیں لیکن ہم کستور با کو ان کی بیوی سے زیادہ نہیں جانتے ہیں۔ اسے تاریخ یا تاریخ کا المیہ کہا جائے گا کہ ہندوستان کی آزادی کی جدو جہد میں خواتین کا نام کسی کی بیوی یا ماں کے طور پر ہی سامنے آتا ہے۔ کستور با مہاتما گاندھی کی بیوی تھیں اور بی اماں علی برادران کی ماں تھیں۔ کیا ان کا اس سے بڑھ کر کوئی تعارف نہیں؟

سچ یہ ہے کہ ہمارے پدرانہ معاشرے نے ہمیشہ خواتین کو پسماندہ رکھا ہے۔ جدو جہد آزادی میں خواتین کا کردار مردوں سے کم نہیں تھا۔ اگر ہم خود 1857 کی بات کریں تو جھانسی کی رانی اور بیگم حضرت محل کا نام کون نہیں جانتا، لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ ان کے علاوہ ہزاروں خواتین ملک کے لیے لڑیں اور شہید ہوئیں۔ جھانسی میں ہی رانی کی فوج میں بہت سی عورتیں تھیں۔ یہاں تک کہ ان کا محافظ بھی جو سائے کی طرح اس کا ساتھ دیتا تھا، وہ ایک مسلمان خاتون تھی جو ملکہ کے ساتھ ایک ہی گھوڑے پر سوار ہو کر قلعہ سے نکلی تھی اور انگریزوں کی گولی سے شہید ہو گئی تھی۔ ملکہ کی فوج میں بہت سی عورتیں توپ خانہ سنبھالتی تھیں۔ بیگم حضرت محل کی فوج میں بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ ان کے ساتھ خواتین فوجیوں کا دستہ بھی تھا۔

دوسری جانب دہلی میں برقعہ پوش ایک خاتون مردوں کے دستے کے ساتھ انگریزوں کا مقابلہ کر رہی تھی۔ انگریز سپاہی سمجھتے تھے کہ یہ عورت بالا کی تلوار ہے اور مردوں سے بہتر بندوق چلاتی تھی۔ ہڈسن، ایک انگریز افسر نے اس کا موازنہ جان آف آرک سے کیا۔

لوگوں کی نظروں میں سعادت بانو کچلو کی پہچان یہ ہے کہ وہ جلیانوالہ باغ کے ہیرو سیف الدین کچلو کی اہلیہ تھیں۔ لیکن یہ کیوں نہیں بتایا جاتا کہ وہ شادی سے پہلے بھی حب الوطنی پر مبنی مضامین اور شاعری لکھ رہی تھیں۔ جب ڈائر نے جلیانوالہ باغ میں فائرنگ کی تو اس کی تقریر وہاں ہونی تھی۔ سیف الدین جیل میں تھے لیکن انہوں نے لوگوں کے درمیان آزادی کی جدو جہد میں بھرپور حصہ لیا۔ سیف الدین کے علاوہ ان کی ایک الگ شناخت ہے جسے بھلا دیا گیا ہے۔

امجدی بیگم کی شادی مولانا محمد علی جوہر سے ہوئی۔ جوہر کا نام کون نہیں جانتا لیکن امجدی تاریخ کے دھندلکے میں گم ہو گئیں۔ یہ وہ خاتون تھیں جن کی تعریف میں گاندھی جی نے بھی مضامین لکھے۔ انہوں نے یہاں تک کہا کہ جوہر کو بولنے کا فن اپنی بیوی سے سیکھنا چاہیے۔ جب جوہر جیل میں تھے تو انہوں نے تحریک خلافت کا سارا بوجھ اٹھایا اور بعد میں جنگ آزادی بھی اس کا خاص حصہ تھی۔

نشان النساء پہلی مسلم خاتون مانی جاتی ہیں جنہوں نے نقاب اتار کر جدو جہد آزادی میں حصہ لیا۔ ان کے شوہر مولانا حسرت موہانی نے انقلاب زندہ باد کا نعرہ دیا تھا، لیکن یہ کسی کو معلوم نہیں کہ کانگریس کے اجلاس کی سربراہی کرنے والی نشان النساء نے دھرنے دیئے اور مضامین لکھے۔ وہ کانگریس کے اجلاس میں مکمل سوراج کا مطالبہ کرنے والی پہلی خاتون بھی تھیں۔

سنہ 1931 میں جب پشاور میں پٹھان انگریزوں کے جبر سے ٹوٹنے لگے تو ایک پٹھان لڑکی انگریزوں کی گولیوں کے سامنے کھڑی تھی۔ پٹھان سینے پر گولی مارتے ہیں ان کے للکارنے سے خان عبدالغفار خان کی تحریک امر ہو گئی۔ پٹھان مرد آ کر اس لڑکی کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور انگریز فوج کو پیچھے ہٹنا پڑا۔

نانی ہکو پانی پت کی ایک بنکر عورت تھی جس نے گاندھی کے 'سودیشی' کی کال پر اپنا کفن خود بُنا یا اور کھادی کا کفن پہننے والی پہلی ہندوستانی بن گئیں۔ ان ہی خواتین میں بیگم حضرت محل کا نام نمایاں ہیں جنہوں نے جنگ آزادی میں انگریزوں کو ناکو چنے چبوائے۔

بیگم حضرت محل

جنگ آزادی میں مسلمانوں نے جس بے جگری سے اپنا خون بہایا ہے، اس کی مثال تاریخ میں شاید ہی کہیں ملے۔ ایک جانب علمائے دین اور عوام الناس کی لمبی قطار ہے تو دوسری طرف مسلم خواتین کا ایک بڑا لشکر بھی ہے جنہوں نے انتہائی بہادری کے ساتھ انگریزوں کا مقابلہ کیا۔

ان خواتین کی ملک کے لیے دی گئی قربانی نئی نسلوں کے لیے مشعل راہ ہے اور جن کا تاریخ میں تذکرہ ملتا ہے۔ ان خواتین مجاہد آزادی نے ایک زندہ قوم میں حرارت باقی رکھنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ انھوں نے جدو جہد آزادی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی خاطر اپنی بے لوث خدمت سے قوم و ملت کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ بیگم حضرت محل ان چنندہ خواتین میں سے ایک ہیں جن کی شجاعت فن سپہ گری، عسکری حکمت عملی اور ملک و قوم کے لیے بے لوث جذبہ ایثار تاریخ کے سنہرے اوراق میں تا قیامت محفوظ رہیں گے۔

تاریخ نے اودھ کی بیگم حضرت محل مجاہد آزادی کی عسکری صلاحیتوں کو فراموش کرنے کی کوشش کی ہے لیکن انھوں نے اپنی قائدانہ صلاحیت اور جنگی حکمت عملی سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ محض محل کے حرم سرا میں مقیم ایک خاتون نہیں بلکہ ایک جری، بہادر اور شجاعت سے سرشار ایک سپاہی بھی تھیں۔ بیگم حضرت محل وہ پرعزم عورت تھیں جس نے نہ صرف انگریزوں سے مزاحمت کی بلکہ طویل عرصے تک انگریزوں کو ناکوں چنے چبانے پر مجبور کر دیا تھا۔

بیگم حضرت محل کا نام امراؤ بیگم تھا۔ واجد علی شاہ نے انھیں "بیگم حضرت محل" کا خطاب دیا۔ وہ بڑی بہادر منتظم، روشن دماغ، دور اندیش اور محبّ وطن خاتون تھیں۔ ان کی اعلی صلاحیتوں کا اقرار انگریز مورخوں نے بھی کیا ہے۔ مستقل دو سال تک ملک کے باہری اور اندرونی دشمنوں سے جنگ کرتی رہیں۔ بیگم حضرت محل کے متعلق عظیم مجاہد آزادی جناب فضل حق خیر آبادی نے کہا ہے "بیگم حضرت محل نواب واجد علی شاہ کی بیگمات میں سب سے زیادہ ذہین، بہادر اور دور اندیش خاتون تھیں۔ کہتے ہیں کہ ان کے جسم سے خوشبو پھوٹتی تھی، وہ جدھر سے گزر جاتیں خوشبو بکھر جاتی تھی لہذا "مہک پری" کے نام سے بھی مشہور ہوئیں۔"

بیگم حضرت محل، جن کے بچپن کا نام امراؤ بیگم تھا کسی کی تاریخ میں ان کا اصل نام "محمدی بیگم" بھی تحریر ہے۔ ان کے والد کا نام غلام حسین اور شوہر کا نام نواب واجد علی شاہ تھا۔ وہ فیض آباد میں پیدا ہوئی تھیں۔ کہتے ہیں کہ ان کے جسم سے خوشبو پھوٹتی تھی، اس لئے ان کو "مہک پری" کا خطاب نواب واجد علی شاہ نے عطا کیا تھا۔ نواب اودھ کی بیگمات میں سب سے زیادہ ذہین، بہادر اور دور اندیش خاتون تھیں۔ واجد علی شاہ نے دوران ولی عہدی ہی میں مہک پری سے عقد کر لیا۔ ماں بنتے وقت نواب وقت نے انہیں "افتخار النساء" کے خطاب سے نوازا۔ جب واجد علی خود نواب اودھ ہوئے تو انہوں نے حضرت محل کا خطاب دیتے ہوئے ان کی رہائش گاہ کے لئے قیصر باغ کے پیچھے بارہ دری کی طرف ایک خوبصورت مکان منتخب کیا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے تقریباً 75 / ہزار سپاہی جو اودھ کے علاقے کے تھے اپنے علاقے کو انگریزوں کے قبضے میں جاتے دیکھ بھڑک اٹھے اور پورا اودھ انگریزوں سے بدظن ہو گیا۔ بادشاہ نواب واجد علی شاہ کو کلکتہ کے فورٹ ولیم کالج میں نظر بند کر دیا گیا۔ مٹیا برج میں نواب واجد شالی نے دوسرا لکھنو آباد کر دیا تھا۔

بیگم حضرت محل نے لکھنو چھوڑنے سے صاف انکار کر دیا۔ انہوں نے اپنی ذہانت سے دس سالہ اکلوتے بیٹے برجیس قدر کو اودھ کا نواب ہونے کا اعلان کر دیا اور ریاست کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ انہوں نے سب سے پہلے عام بھرتی کا اعلان کیا، کیونکہ پرانے سپاہی انگریزوں کے ماتحت ہو گئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اودھ کے باشندوں کو ایک قیادت مل گئی، اس طرح جنگ آزادی کی چنگاری میرٹھ، دہلی، آرہ کے ساتھ ساتھ اودھ میں بھی بھڑک اٹھی۔ خواتین نے بھی مردانہ لباس زیب تن کیا اور ہتھیار بند ہو کر انگریزوں سے لڑنے کے لئے میدان میں کود پڑیں۔ بیگم حضرت محل مردانہ لباس میں سر پر پگڑی باندھے، ہاتھوں میں تلوار لئے گھوڑے پر سوار ہو کر خونخوار شیرنی کی طرح گرجتی ہوئی انگریز سپاہیوں پر ٹوٹ پڑیں اور صفوں کی صفیں درہم برہم کر رہی تھیں۔ ان کی جاں بازی اور بہادری کا منظر دیکھ کر ڈبلیو ایچ رسل نے اپنے ایک خط میں لکھا تھا:

خواتین ہند کے تاریخی کارنامے کتاب میں لکھا گیا ہے "بیگم میں بڑی قابلیت اور ہمت دکھائی دیتی ہے۔ انھوں نے ہمارے ساتھ لگاتار جنگ کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ یہاں کی رانیوں اور بیگمات کی طاقت اور ہمت کو دیکھ کر معلوم پڑتا ہے کہ زنان خانے کے اندر رہ کر بھی یہ کافی عملی اور دفاعی طاقت اپنے اندر پیدا کر دیتی ہیں۔"

مذکورہ جنگ گومتی ندی کے کنارے دائیں جانب موسی باغ میں لڑی گئی۔ یہ جنگ لکھنو میں انگریزوں کے ساتھ بیگم کی آخری جنگ تھی۔ 75 / ہزار سپاہی شہید ہوئے، اس کے باوجود وہ ہمت نہیں ہاریں، مگر چند غداروں اور نمک حراموں کی وجہ سے انھیں شکست ہوئی۔ جنرل اوٹرم نے ایک موقع پر بیگم حضرت محل کو صلح کی پیش کش کی، وہ لکھتا ہے کہ " کمپنی نواب شجاع الدولہ کے عہد کے مطابق ممالک محروسہ کو واپس کرنے اور کلکتہ سے نواب واجد علی شاہ کو واپس لانے پر راضی ہے، لہٰذا لڑائی موقوف کی جائے۔"

لیکن بیگم حضرت محل کو انگریزوں سے بہتر سلوک اور وعدہ وفا کرنے کی توقع نہیں تھی، لہذا انھوں نے اس شرط کو نا منظور کر دیا۔ انھوں نے راجا مان سنگھ کو فرزند خاص کا خطاب عطا کر کے ملک کی سلامتی اور آزادی کی بقا کے لیے جنگ لڑی۔ اس لیے بلا امتیاز مذہب و ملت بھی نے ساتھ دیا لیکن قسمت نے ساتھ نہ دیا۔ مکاروں اور دوست نما دشمنوں نے دغا بازی کی۔ نتیجے کے طور پر بیگم کی کوٹھی پر بھی کئی دنوں تک جنگ ہوتی رہی۔ ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ حضرت محل کو میدان چھوڑنے کی تدبیروں پر غور کرنا پڑا۔ یہ خبر مخبروں نے جنرل اوٹرم تک پہنچا دی، تب اس نے صلح کی دوسری شرط پیش کرتے ہوئے لکھا: "ہم آپ کا ملک آپ کو دیں گے، جنگ ترک کر دیجئے۔ فوج مغلوبہ کے ساتھ کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔"

لیکن حضرت محل کی خودداری نے یہ پیشکش بھی ٹھکرا دی۔ اب لکھنو پر انگریزوں کا مکمل قبضہ ہو گیا تھا، اس وقت بیگم حضرت محل کو دشمن نمبر (1) قرار دیتے ہوئے بھی پچیس ہزار روپے سالانہ وظیفہ دینے کی پیش کش کی، اس کو بھی بیگم نے ٹھوکر مار دی اور 16 مارچ 1858ء لکھنؤ سے روانہ ہو کر بونڈی چلی گئیں۔ اسی دوران ملکہ وکٹوریہ نے شاہی فرمان جاری کر کے ایسٹ انڈیا کمپنی کو ختم کر کے ہندوستان کی حکومت کو براہ راست تاج برطانیہ کے ماتحت کر لیا۔ اس کا اعلان نومبر 1858ء الہ آباد میں کیا گیا۔

بیگم حضرت محل بونڈی سے نیپال چلی گئیں تاکہ وہیں سے انگریزوں کے خلاف جنگ جاری رکھ سکیں۔ جس آسانی سے انگریزوں نے دلی پر قبضہ کر لیا تھا اس کے مقابلے میں لکھنو کی سرزمین نہایت سخت ثابت ہوئی۔ اس عمل سے انھوں نے ثابت کر دیا کہ ہندوستان کی شیر دل بیٹیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔

جب بیگم حضرت محل نے انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کی تو ہندو راجاؤں نے متحد ہو کر بیگم کا ساتھ دیا اور انھیں "راج ماتا" کا درجہ عطا کیا۔ بیگم پر ہندو راجہ اس قدر بھروسہ کرتے تھے کہ وہ سب کے سب جان سے زیادہ انہیں چاہتے تھے۔ راجہ جی لال سنگھ نے تو اپنی جان بیگم حضرت محل پر قربان کر دی۔ حضرت محل کی حکومت ہندو مسلم اتحاد کی ایک بڑی مثال تصور کی جاتی ہے۔ ان کی فوج کی مختلف پلٹنوں کے کمانڈر بھی ہندو ہی تھے۔

اکیس سال تک نیپال میں رہنے کے بعد بیگم حضرت محل کا 17 / اپریل 1879 کو انتقال ہو گیا اور مہک پری کی خوشبو سے ہندوستان ہمیشہ کے لیے محروم ہو گیا۔ کٹھمنڈو (نیپال) میں ہی ہندوستانی چوک کے پاس ان کی اپنی بنائی ہوئی مسجد اور امام باڑہ کے احاطے میں ان کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

بیگم حضرت محل کی عظمت و کردار کا ذکر کرتے ہوئے ویر ساورکر نے لکھا ہے کہ: "باہمت اور قابل قدر بیگم صاحبہ کا وجود اس افراتفری میں سارا نظام برقرار رکھنا ان کی لیاقت کا بین ثبوت ہے۔" کارل مارکس نے لکھا ہے: " حضرت محل اودھ کی بیگم نے ہندوستانی جدو جہد آزادی میں مجاہدین کی قیادت کی۔"

وشوناتھ داس، سابق گورنر اتر پردیش نے لکھا ہے کہ "بیگم حضرت محل پر ہم بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ انھوں نے حرم شاہی کی ایک بیگم ہونے کے باوجود، وہ ہمت و شجاعت دکھائی کہ خاتون ہند کی روایت عظمت میں چار چاند لگ گئے۔"

بیگم حضرت محل کی ذات، طرز حکومت، تدبر، حکمت عملی، وسیع القلبی، شفقت، تمام مذاہب و عقائد سے ان کا دلی لگاو، ان کی اقدار کی حفاظت کرنے کا کام، یہ سب کچھ ثابت کرتے ہیں کہ آج جس ہندوستان میں قومی یکجہتی، بھائی چارے اور اتحاد کی بات کرتے ہیں وہ تو بیگم حضرت محل کے طرز حیات کا ایک حصہ تھا۔ حکومت کی جانب سے حضرت بیگم محل کے نام سے لڑکیوں کو اسکالرشپ فراہم کی جاتی ہے۔

Edited, Printed, Published & Owned by : Syed Shah Obaidullah Qadri, Managing Editor: S.M.Ibrahim Qadri, Sub-Editor: Syed Baquar
Print at: Aijaz Printing Press S.No. 22-8-81, Chatta Bazar, Hyderabad. Published from:Office Shujiya Times D.No.22-5-918/15/A, Charminar Hyderabad-2. PH:66171244,Tel/Fax:24515253, Email:shujaiyatimes@yahoo.com, Facebook:Shujaiyatimes.HYD Website: www.shujaiya.com